استلقہ



حاجی لق لق

لقلقہ

حاجی لق لق

کی

ماڈرن و پولیٹیکل غزلوں اور اصلاحی نظموں کا مجموعہ

پبلشرز

اُردو اکیڈمی لاہور

بار سوم

قیمت عہ/

فہرس

سپاہی کی طرف سے سپاہی کے نام

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ؂

سو سال سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری

کچھ شاعری ذریعۂ عزّت نہیں مجھے

تاہم مقامِ فخر ہے کہ جہاں ہمارے صوبہ کے سپاہیوں میں سخن فہم اور سخن سنج سپاہی موجود ہیں۔ وہاں ایک مجھ سا سپاہی بُرا بھلا شعر کہنے کی استعداد بھی رکھتا ہے۔ میں اپنے حقیر مجموعۂ کلام کو سخن فہم سپاہی

جنرل نواب سر ملک عمر حیات خاں ٹوانہ جی۔ سی۔ آئی وغیرہ

کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں

حاجی لق لق

دیباچہ

اُردو کے نئے اور پُرانے شاعروں کے کلام میں مزاح نگاری کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ اور تو اور آمیر جیسے شاعر بھی جن کی شاعری کو سرتاسر گریہ ماتم سمجھا جاتا ہے ظرافت کی طرف جھکتے ہیں تو شیخ و واعظ کو مارے پھبتیوں کے اُلو کر دیتے ہیں لیکن ایسے شاعر بہت کم ہیں جنہوں نے صرف مزاح کو موضوع سخن بنایا ہے۔ اور ان میں سے بھی جعفر زٹلی چرکیں اور رجان صاحب جیسے ہزل گو شاعروں کو الگ کر دیا جائے۔ تو بہت تھوڑے ظریف شاعر ایسے رہ جاتے ہیں جن کا کلام قابلِ اعتنا ہے۔ حاجی لق لق بھی انہیں معدودے چند شاعروں میں سے ہیں۔

حاجی لق لق کی مزاحیہ شاعری کا آغاز ۱۹۳۴ء سے ہوتا ہے۔ اس سے پہلے وہ ابوالعلا چشتی کے نام سے روشناس تھے۔ اور عام طور پر سنجیدہ مضامین لکھا کرتے تھے ۱۹۲۳ء میں وہ "زمیندار" کے ادارۂ تحریر میں منسلک ہوئے۔ پھر ہمارے ساتھ ہی "احسان" میں چلے گئے۔ اور حاجی لق لق کے نام سے مزاحیہ مضمون لکھنے شروع کر دیئے۔ ابتدا میں اس نام سے ان کے چند مضامین نثر شائع ہوئے ہیں۔ پھر وہ شاعری کی طرف جھکے۔ اور مزاحیہ شاعری میں ایسا نام پیدا کیا۔ کہ آج پڑھے لکھے لوگوں میں بہت کم ایسے ہوں گے۔ جو اُن کے نام سے ناآشنا ہوں۔

حاجی لق لق کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت اُس کی بے تکلّفی اور روانی ہے۔ اُن کی زبان بہت سبک لطیف اور عام پسند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اُن کا کلام بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اُن کی نظموں کا یہ مجموعہ قبولِ عام حاصل کرے گا اور اُن کے کمال کے منکر بھی اُن کی نظموں کو یکجا دیکھ کر اُن کی شاعری پر ایمان لے آئیں گے۔

۱۰ نومبر ۱۹۳۹ء

سندباد جہازی

ماڈرن غزلیں

(۱)

بیٹھا ہوں ترے در پہ ترقی نہیں ہوتی
درباں کیلئے کیا کوئی سیڑھی نہیں ہوتی؟

کاشانۂ ہستی کیلئے برق ہے لازم
بیکار ہے وہ گھر جہاں بجلی نہیں ہوتی

کیا جائیے اس بزم میں افلاس نے مارا
اچکن کبھی ہوتی ہے تو ٹوپی نہیں ہوتی

بیتاب تو ہوں دشتِ جنوں کیلئے لیکن
سڑکیں نہیں ہوتیں وہاں بجری نہیں ہوتی

پروردۂ دہقاں ہمیں لا دے کوئی للہ
ہوٹل کی شرابوں سے تسلی نہیں ہوتی

کیوں کوچۂ جاناں میں سدا اُٹھتے ہیں فتنے
کیا قرب میں پولیس کی چوکی نہیں ہوتی

دل بخش دو لق لق انہیں یا کورٹ میں جاؤ
یہ روز کی تکرار تو اچھی نہیں ہوتی

(۲)

جو تنگ آئے ہم اُن کی بے رُخی سے
تو اُن کے ناز اُٹھوائے قُلی سے

ہمیں اب "جی" نہیں کہتا وُہ گُستاخ
محبّت بھی گزر جانا ہے جی سے

فسانہ اپنا ریڈیو پر تو سُننا
مری جاں چیخ کیوں اُٹھے ابھی سے

گزر سکتا نہیں موٹر ہمارا
شکایت ہے ہمیں تیری گلی سے

ہم اپنی زندگی بیمہ کرا کے
کریں گے عشق اک شک پرِی سے

ڈِنر میں یار کے ہم جا ہی پہنچے
عُدو نے لاکھ ہم پر دانت پیسے

فسانہ پڑھ کے لق لق کا وُہ بولے
لِیا ہو گا پیرسن ویکلی سے

(۳)
ریڈیو پر بھی اس بزم میں جانا نہیں آتا

ناکامِ محبّت ہوں کہ گانا نہیں آتا

ہم فون پہ کر لیں گے ملاقات صنم سے

دربان کے احسان اُٹھانا نہیں آتا!

قابل ہی نہیں جادۂ اُلفت کے وُہ زنہار

جس شخص کو یاں کار چلانا نہیں آتا

فرہاد سے کہتی تھی سن اٹھتیس کی شیریں

تم کو جو تیرے پٹرول بھی لانا نہیں آتا!

جاتا ہوں جو اس کوچے میں رکھتا ہوں قلی ساتھ

بابو ہوں مجھے ناز اُٹھانا نہیں آتا

جاناں میرے گریہ کی ابھی کھینچ لو فوٹو

ہر لحظہ مجھے اشک بہانا نہیں آتا

پڑتی ہے ہر آفت رہِ عشّاق میں لق لق

تحصیل نہیں آتی کہ تھانہ نہیں آتا

(۴)

ہماری قوم کا لیڈر ظفر علی خاں ہے

خدا کا بندہ ہے سیدھا سا اک مسلماں ہے

اب اس کا داخلہ لاہور میں ہے کیوں ممنوع

نہ "ڈانگ" ہے وہ نہ خنجر ہے اور نہ کرپاں ہے

رہا ہمیشہ نظر بند یا اسیرِ فرنگ

جو ہند کے گاندھی کو چرخہ ہے اس کو زنداں ہے

قلم اٹھائے تو ہمسر ہے ابنِ خلدوں کا

اگر خطاب کرے "عصمت آف لوزان" ہے

وجود اس کا ہے چھوٹی سی کانگریس نگری

اسی لئے کرم آباد کانگرستاں ہے

ہے اس کے سر میں سیاست کمال پاشا کی

وُہ اپنے عزم کا "ہٹلر" بلا کا انساں ہے

پسند کیوں نہ کریں لوگ شعر لَق لَق کے

ظفر علی سے اِسے نسبتِ مُریداں ہے

---

(۵)

ان کو حالِ دل سُنانا ہی پڑا
ریڈیو اسٹیشن پہ گانا ہی پڑا

چشمِ گریاں سے بہت ڈرتا ہے یار
تھوک آنکھوں کو لگانا ہی پڑا

یار نے بخشی ہے اک ٹوپی ہمیں
سر پہ یہ احساں اُٹھانا ہی پڑا

مانگ کر پولیس سے سینما کا پاس
رُوٹھے دلبر کو منانا ہی پڑا

میری داڑھی مُونچھ سے چِڑتے ہیں وُہ
مُنہ سے یہ ملبہ ہٹانا ہی پڑا

چُبھ گئی ہے پھانس نگہِ یار کی
دل کا اپریشن کرانا ہی پڑا

حضرتِ لق لق کی میّت پہ انہیں
جھُوٹ مُوٹ آنسو بہانا ہی پڑا

(۶)

یُوں میرے دل کی بستی کو مسمار کیجئے

بم پھینک پھینک کر اسے ہموار کیجئے

مانا کہ رُوبرو تھے تو آنکھوں کی شرم تھی

اب فون پر تو وصل کا اقرار کیجئے

کب تک اُٹھائیے دلِ بیباک کے ستم

سوچی ہے اب کہ اس سے بھی دو وار کیجئے

دشتِ جنوں کی خاک نہ چھانی تو حیف ہے

شوفر ہماری کار تو تیار کیجئے

اُن کی گلی میں خطرۂ دشمن ہے ہر گھڑی
پستول پاس ہو تو انہیں پیار کیجئے

مصنوعی دل بنانے میں مصروف ہے فرنگ
کچھ اَور صبر اَے دلِ بیمار کیجئے

لق لق نصیبِ خُفتہ کو کیوں رو رہے ہیں آپ
اپنے جگر کے فعل کو بیدار کیجئے

---

(۷)

عِشق میں مَیں وقفِ زاری ہو گیا　　آنسوؤں کا پمپ جاری ہو گیا

بیچتے پھرتے ہیں عاشق کُو بہ کُو　　دل بھی اب گوٹا کناری ہو گیا

حُسنِ فرسودہ بھی ہے پوڈر زدہ　　آج یہ چھکڑا بھی لاری ہو گیا

بعد اپریشن مرا دل دیکھ کر　　ڈاکٹر پر وجد طاری ہو گیا

ایک دل کے دو بنائے دو کے چار　　یار کیا ٹھہرا مداری ہو گیا

جی میں ہے دے دیں اُنہیں ایڈنگ مشین　　اُن کو شوقِ دل شماری ہو گیا

عِشق کا ہونے لگا اس کو بخار

حاجی لق لق بھی بخاری ہو گیا

فصلِ گُل میں مے گساری چاہیئے
پی کے مے فوٹو اُتاری چاہیئے

اُن سے ملنے کے لئے موٹر تو ہو
کچھ تو پاسِ وضعداری چاہیئے

میکدے تک کون جائے آج کل
مے کا نلکہ گھر میں جاری چاہیئے

کہہ رہے تھے خضر[1] سے میکناب[2] کل
عشق پر بھی ٹیکس بھاری چاہیئے

---
[1] خضر حیات خاں وزیر بلدیات پنجاب ۱۹ [2] ناظم بلدیہ

کوئی تیرے ناز اُٹھا سکتا ہے کب

ساتھ ہر عاشق کے لاری چاہیئے

جیب میں یاں ایک پائی بھی نہیں

اُن کی فرمائش ہے ساری چاہیئے!

جب کریں دعوےٰ خدائی کا یہ بُت

لق لق اپنے پاس باڑی چاہیئے

ے باری علیگ

(۹)

داستانِ غم سُنائی جائے گی ٹیلیفون اپنی لگا لی جائے گی

آپ سینما کے لئے ہاں تو کریں فوراً اِک ٹیکسی منگالی جائے گی

ڈاکٹر صاحب جگر میں درد ہے ایکس رے کی فیس کیا لی جائے گی

اُن کے کُوچے میں جو جانا ہی پڑا زندگی بیمہ کرا لی جائے گی

گر جنونِ عشق نے وحشی کیا دشت میں کوٹھی بنا لی جائے گی

آتشِ دل کی ہمیں پروا نہیں فائر انجن سے بُجھا لی جائے گی

اب نہ لق لق جائیں گے لارنس باغ

پھر نہ جان آفت میں ڈالی جائے گی

(۱۰)

تیر آپ کے ایکٹنگ کا دل پہ نہ لگا ہوتا

اے کاش کہ میں کل شب سینما نہ گیا ہوتا

پہلو سے گیا دل اور پاکٹ سے گیا کیمرا

اُن سے نہ ملے ہوتے فوٹو نہ لیا ہوتا

خط کو مرے کھولا اور نوکر سے مرے لوچھے

کم بخت سے کہہ دینا ٹائپ تو کیا ہوتا

مُنہ باندھ کے آئے تم گھر میرے تو کیا آتے

حُقّہ سے جو نفرت تھی سگرٹ ہی پیا ہوتا

اغیار کی موٹر میں جانا ترا دریا پر

ہم نے نہ سُنا ہوتا ہم سے نہ کہا ہوتا

مجُھ سے وُہ اگر ملتے اخبار میں چھپ جاتا

کچُھ میرا بھلا ہوتا کچھ اُن کا بھلا ہوتا

دلبر کو بُلانے کی تقریب بھی کچھ ہوتی

لق لق ترے کمرے میں ریڈیو ہی لگا ہوتا

(۱۱)

ہم نے رو کر جگ ہنسائی دیکھ لی — عشق میں کیا کیا بُرائی دیکھ لی

اُن کی فوٹو سامنے لٹکائیں گے — جب ذرا گردن اُٹھائی دیکھ لی

غیر کی گردن کا کالہ ہو گئے — بس تمہاری آشنائی دیکھ لی

دشت کیا ہم کر چکے دُنیا کا ٹُور — عشق میں ساری خُدائی دیکھ لی

لاٹری میں بھی نہ ہاتھ آیا صنم — کر کے قسمت آزمائی دیکھ لی

سامنے ہے ہیلتھ افسر کا بیان — آپ کے دل کی صفائی دیکھ لی

چار کونسل میں نہ لق لق جا سکا!

دیکھلی اس کی بڑائی دیکھ لی!

(۱۲)

واہ کیا نکہت آفریں ہیں آپ
گویا آٹو ڈی یاسمین ہیں آپ[1]

ہر گھڑی ایک تازہ طرزِ جفا
ستم و جور کی مشین ہیں آپ

ہے طواف آپ کا مرا معمول
آسماں میں ہوں اور زمیں ہیں آپ

دل میں کیوں بھر گئی ہے آلائش!
یوں بظاہر بڑے حسین ہیں آپ

---
[1] عطرِ یاسمین

کون کہتا ہے آپ کو کافر

ماشاء اللہ جمالِ دین ہیں آپ

بھڑک اُٹھتے ہیں سوزِ آہ سے بھی

گویا اِک حوضِ بانزینؔ ہیں آپ

دلِ لق لق چرا سکے گا کون؟

اس خزانے کے جب امین ہیں آپ

ؔ پٹرول

برقی غزل

ہزار وولٹ کی طاقت نگاہِ یار میں ہے

یہ بجلی گھر ہے جو اس چشمِ برق بار میں ہے

جفا کا اپنی سوئچ آف کیجیے للہ

کہ ناتوانی بہت میرے جسمِ زار میں ہے

حرارت عشق میں ہے میرے گرم اشکوں سے

بلا کی ہیڈرو[1] بجلی اس آبشار میں ہے

چھوئیں تو مارتا ہے شاٹ مُوئے زلفِ ستم

---

(۱) وہ بجلی جو پانی سے پیدا ہوتی ہے)

نہفتہ برقِ اجل اس برہنہ تار میں ہے

تبسّم ان کا گراتا ہے بجلیاں دل پر

یہ طُورِ وادیِ سینا کے جلوہ زار میں ہے

پھپھولے جلنے سے روشن ہے بزمِ دل اپنی

ہزار بلب مرے قلبِ داغدار میں ہے

جُرا کے وُہ دلِ لَق لَق اُسی کو جو کہیں

الٰہی برقِ غضب تیری کس جوار میں ہے!

طبّی غزل

جسے دیکھئے دل کو تھامے کھڑا ہے

یہ ہے بزمِ جاناں کہ دارالشّفا ہے

پلا کر مجھے شربتِ وصل بولے

محبّت کے سوزِ دروں نے کیا ہے

مجھے غم کے ہاون میں کوبیدہ کر کے

بتا چرخِ گرداں تجھے کیا مِلا ہے؟

ٹٹولو نہ نبض اور نہ قارورہ دیکھو!

طبیبو! مرا دردِ دل لا دوا ہے

ہوس ہیں لاکھوں پرستار اس کے

ترا حُسن بھی جوہرِ کیمیا ہے

نہ جائیں گے فیروز پور آج لق لق

یہ حکیم اطبّا بہت پارسا ہے

عیدی غزل

مل جائے صدقہ فطرہ کا ترچھی نگاہ میں

ہے صبحِ عید بیٹھے ہیں درویش راہ میں

جاتے ہیں بُت کے کُوچے میں بن ٹھن کے یُوں رقیب

جس طرح جائیں اہلِ خُدا عیدگاہ میں

گیسوئے تار تارِ صنم ہے کہ ہیں پکی

لمبی سوّیاں شیرۂ قندِ سیاہ میں

اے شیخ مجھ سے پُوچھ کہ کس درجہ فرق ہے

تیرے ہلالِ عید میں اور میرے ماہ میں

دیکھی ہیں ہم نے بزمِ صنم کی مسرتیں
جچتی نہیں ہے عید ہماری نگاہ میں

ہے روز روزِ عید مرا شب شبِ برات
رونق ہے آپ سے میری شام و پگاہ میں

نیّت مری ہے وہ جو ہے نیّت امام کی
لق لق کا مقتدی ہوں تیری بارگاہ میں

شبراتی غزل

قریبِ شام مرے گھر چلو تو اچھا ہو

شبِ برات ہے آج اور تم پٹاخا ہو

وُہ سُن کے بات ہوئے مشتعل انار کی طرح

فقط کہا تھا یہ میں نے "عدو کو مت چاہو"

ہوائیاں نہ اُڑیں کیوں کسی کے چہرے پر

جو میں بیان کروں وہ جو رات دیکھا ہو

ملا ہے تیل چنبیلی کا اِس پہ چھچھوندر کو

سرِ عدو تری محفل میں کیوں نہ اُونچا ہو

یہ مانا غیرتِ صد ماہتاب ہو لیکن

یہ ماہتابی مرے گھر بھی جلوہ فرما ہو

تمہارے ہنسنے پہ سُنتا ہوں پھُول جھڑتے ہیں

وُہ کیا ہے پھُلجھڑی میں نے نہ جس کو دیکھا ہو

ملا نہ حسنِ گلو سوز کا ہمیں حلوا

وُہ خوش نصیب ہے جس کو نصیب حلوا ہو

ڈرائیوری غزل

مجھ کو مفلس پا کے واپس وہ ستمگر ہو گیا
تھا تو انساں ہی مگر قسطوں کی موٹر ہو گیا

اُن کے کوچے تک تو اے شوق پہنچی مگر
دل کا ٹائر عین چوراہے میں پنکچر ہو گیا

لاکھ آ جائے ٹریفک میں نہ اُٹھونگا کبھی
ہو گیا جب تیرے دروازے پہ بستر ہو گیا

دِل ہمارا کیپ ٹو دی لیفٹ کا قائل نہیں
جس طرف دیکھا اُنہیں اُس سمت اُچھل کر ہو گیا

اُن کے کوچے میں ٹریفک کا سپاہی چاہیئے
بھیڑ بھاڑ عشاق کی میلے کا منظر ہو گیا

کیا ہی ناکامی ہے لق و دق سامنے ہے بزمِ یار
اور اپنا ختم یاں پٹرول یکسر ہو گیا

شعرائی غزل

"تلوک[1] چند" ہوں کیوں لطف سے ہوا کیا ہے

نِگاہ پھیر لی اَے جاں یہ ماجرا کیا ہے

مِٹی جہاں سے "غلامِ[2] رسول" و "میلارام[3]"

کسی کے عِشق و محبّت میں اب دھرا کیا ہے

ذرا سی ڈالئے مجھ پر نگاہِ "نانک[4] چند"

مریضِ عِشق کی اِس کے سوا دوا کیا ہے

---

[1] محروم [2] مہر [3] وفا [4] ناز

گرا دو دل پہ مرے برقِ "مصطفیٰ[۱] صوفی"

جلا کے خاک کرو مجھ کو سوچنا کیا ہے

جو تیرا عشق "اسد اللہ[۲] خان" ہے دل پر

تو یہ قصور ہے دل کا میری خطا کیا ہے

ملا نہ کوئی بھی عبد[۳] المجید، "جادۂ عشق

نہ جانے منزلِ اُلفت کی انتہا کیا ہے

جلا جلا کے مجھے "دینا[۴] ناتھِ" فرقت میں

وُہ کہہ رہے ہیں کہ بگڑا احباب کا کیا ہے

---

۱ تبسم ۲ غالب ۳ سالک ۴ آتش

نہیں ہے آہ میں کچھ "ڈاکٹر[1] محمد الدین"

دگرنہ دیکھ لیں اس شوخ کی جفا کیا ہے

"غلام[2] بھیکیاں" قدرت کی دیکھئے اقلق

رقیب کہتا ہے ہاں بول چاہتا کیا ہے

---

[1] تاثیر [2] نیرنگیاں. کیونکہ مولانا غلام بھیک کا تخلص نیرنگ ہے۔

تبریزی غزل

نہ کیوں کوچہ بنے دلدار کا میدانِ خونریزی
نگہ میں اسکی جب ریزر بلیڈوں کی سی ہو تیزی

کسی دفتر میں دھنس جاتا ہے جوتے شیر کا لانا
اگر فرہاد بننا ہو تو پڑھ لیجے گا انگریزی

جنابِ شیخ کو رندو کھلاؤ دال ارہر کی
جنھے ہے پرہیز پینے سے تو کھانا بھی ہو پرہیزی

یہ دستے سرخ پوشوں کے یہ فوجیں نیلی پوشوں کی
میں اکثر سوچتا ہوں کیوں نہ سیکھی میں نے رنگریزی

تم اپنی میز پر غیروں کو لاؤ مطمئن ہیں ہم
ہمیں کونے میں مل جائے اگر چھوٹی سی اک "ٹپیزی"

کہا لق لق نے اپنے آپ کو بھولا ہوں اُلفت میں
ستمگر سن کے بولا واہ میرے شمس تبریزی

غزل

اَے یار میرے عشق کو جھگڑا نہ بنا دے

چھَپ جائے جو پرچے میں وُہ افسانہ بنا دے

کرتا ہے مہینے میں وُہ اِک بار مجھے یاد

ظالم کہیں ماہانہ کو روزانہ بنا دے

یاں آنے کو ہے محتسب اَے کوزہ گرِ شہر

داڑھی میں جو چھپ جائے وہ پیمانہ بنا دے

لائے اُنہیں کانوں سے پکڑ کر میرا نامہ

یارب اُسے پولیس کا پروانہ بنا دے

لاہور کو پیرس جو بنانے لگے میکناب[1]

بہتر ہے مرے دل کو پری خانہ بنا دے

شورش ہے سدا کوچۂ دلدار میں لق لق

لازم ہے حکومت کو وہاں تھانہ بنا دے

---

[1] ناظمِ بلدیہ

پولیٹیکل غزلیں

(۱)

مرے دل کی حقیقت جان کر انجان بن جانا

نہ بھولے گا ترا آئینِ انگلستان بن جانا

رواداری پہ مرتا ہوں وگرنہ او بُتِ کافر!

نہیں دشوار میرے دل کا پاکستان بن جانا

صنم کے لوڈیوں کی ڈپلومیسی کیا قیامت ہے

کہ خود ہو جانا اِک دیوار اور خود کان بن جانا

متاعِ حُسن کی ارزانیوں پر اک جہاں خوش ہے

مگر بھاتا نہیں مجھ کو ترا جاپان بن جانا

سیاستِ بزمِ جاناں کی بھلا ہم آپ کیا سمجھیں

بڑا مشکل ہے ہر عاشق کا آغا خان بن جانا

تمہاری پالیسی کو ہم نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے

کبھی سُن لینا حالِ دل کبھی نادان بن جانا

سو اس منتشر لق لق کے اے جاں مجتمع کر لو

اسمبلی تو بنے پھر اس کے تم پردھان بن جانا

(۲)

گنجِ عشوہ حُسن کا بھرپور ہے خالی نہیں
اقتضاءِ حُسن میں پہلی سی بدحالی نہیں

لفظِ "احمق" پر کیا میں نے جو اُن سے احتجاج
ہنس کے بولے یہ اسمبلی[1] ہال کی گالی نہیں!

خونِ دل پیتا ہوں اور لختِ جگر کھاتا ہوں میں
آپ کا عاشق ہوں اے جاں بھوک ہڑتالی نہیں

کیسا کہہ دو کہ تمہی کا خدائی دعوئے ہم کے پتہ
مذہبی جذبات کی میسر یہ پامالی نہیں؟

---

[1] اسمبلی ہال میں ایک ممبر دوسرے کو احمق کہا گیا تھا

وصل کی درخواست بھی برکت علی کا بِل ہے کیا؟

دستخط کیجے یہ بات اب سوچنے والی نہیں

عشق میں ترکِ تشدد ہی مرا مسلک رہا

شکر ہے میں نے کوئی ایسی بلا پالی نہیں

شاعری۔ اخبار بینی اور کچھ کچھ لیڈری

عشق لق لق کیا کرے اب فارغ البالی نہیں

---

(۴۳)

مُرتبے بیچ کے ہم مال و زر لُٹا نہ سکے — تیری اسمبلی میں اے جانِ من ہم آ نہ سکے

زباں سے کہتے ہو صاحب ملاپ اچھا ہے — مگر نگاہ سے میری نگہ ملا نہ سکے

ہمارے عشق پہ کیا ٹیکس ہو گیا عائد — غرورِ حسن میں اتنا بھی تم بتا نہ سکے

تمہاری بزمِ شب افروز خوب ہے لیکن — مرے مزار پہ تم اِک دیا جلا نہ سکے

شٹ اپ کہا جو رقیبِ سیاہ رُو نے ہمیں — تمہاری بزم میں آواز ہم اُٹھا نہ سکے

کچھ ایسے ہوش اُڑے محتسب کے آنے پر — ہم اپنا جام تہِ ریش بھی چھپا نہ سکے

وُہ بزمِ غیر میں لق لق کا حال سُن نہ سکا
سُنانا چاہتے تھے ہم مگر سُنا نہ سکے

کیا کروں دل جانبِ راہِ صواب آتا نہیں
بزمِ ساقی میں خیالِ اجتناب آتا نہیں

فرقہ دارانہ ہے شاید میرا حرفِ مدّعا[1]
لاکھ استفسار کرتا ہوں جواب آتا نہیں

کمسنی اس شوخ کی کونسل کی طفلی ہو گئی
منتظر بیٹھے ہیں ہم جب تک شباب آتا نہیں

کیوں نہ لوں بے نقشِ پا کو آپ کے ووٹ بے حساب
بندہ پرور میں مسلماں ہوں حساب آتا نہیں

حسرت آبادِ دلِ عاشق بنا لاشوں کا شہر
وفدِ تحقیقات کوئی کیوں شتاب آتا نہیں

نذیرؔ جاتی ہیں کیا بزمِ صنم کی رونقیں
ہائے حسنِ اتفاقِ خانہ خراب آتا نہیں

---

[1] سر سکندر حیات خاں مرحوم نے فیصلہ کیا تھا کہ اسمبلی میں کسی فرقہ دارانہ سوال کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

(۵)

مرا دل صوبۂ پنجاب ہے اور تم ایمرسن ہو
مٹا دو یا کرو قدر اس کی اے جانِ صاحبِ من ہو

ترے زندانِ اُلفت سے تو انگریزوں کی جیل اچھی
کہیں کوئی تو کھڑکی ہو کہیں کوئی تو روزن ہو

صنم کا گھر ہے یہ پولیس والو یا تماشا ہے
کبھی تو کرفیو آرڈر لگے کوئی تو قدغن ہو

تمہارے حُسن پر تنقید ہے یا شورِ محشر ہے
حسیں ہو تم کہ مکتبیوں کی مسلم فیڈریشن ہو

مزا آجائے رسمِ افتتاحِ موسمِ گُل کا

سِوِل اخبار ہو، بادہ ہو، تُو ہو، صحنِ گلشن ہو

خُدا جانے گلے ملنے سے کیوں انکار ہے اب تک

نہ لقّ لقّ برہمن ہے اور نہ تم اے جاں برہمن ہو

---

(۶)

یہاں میں آ تو سکتا ہوں تیری محفل غنیمت ہے

غلاموں کو یہی آزادیٔ کامل غنیمت ہے

وہ بے لیسنس میرے دل کی قرقی کر نہ پائیں گے

یہ پابندی مناسب سا ہو کارہِ دل غنیمت ہے

وطن پرور ہوں وِسکی چھوڑ، سودیشی پلا ساقی

بجائے ساغرِ بلّور، جامِ گِل غنیمت ہے

مُبارک حضرتِ موسیٰؑ کو کوہِ طور کے جلوے

ہمیں تو کوہِ شملہ پر تیری کونسل غنیمت ہے

بنا ہے خُوب قانونِ اراضی ہائے مرہونہ

اگر واپس دلا دے یہ ہمارا دل غنیمت ہے

مریضِ غم کے دل پہ ہاتھ رکھو گے تو سنبھلے گا

وہ ہوں گے اور جن کو ایک بھی پل غنیمت ہے

جنابِ شیخ کو جنّت کی دُھن ہے اور لق لق کو

یہ شملے کی بہاریں اور یہ سمّرہِل غنیمت ہے

---

at Summer Hill

(۷)

جگر کا خون پی پی کر تمہارا نام کرتے ہیں

رہنما کارانِ اُلفت آنریری کام کرتے ہیں

نہیں ہنگامہ آرائی میں کم ایوان کونسل کا

تیرے کُوچے کو شاعر مفت ہیں بدنام کرتے ہیں

کٹی زُلفِ درازِ یار "کٹ موشن" کی قینچی سے

شکارِ دل وُہ گویا آج کل بے دام کرتے ہیں

تیرے پہلو میں بیٹھے مارشل بن کر کوئی صادق[۱]

بھلا یہ دل جلے کیوں ذکرِ صبح و شام کرتے ہیں

۱۔ صبح صادق انسپکٹر پولیس، اسمبلی میں مارشل بنے تھے۔

شرابِ کہنہ اور دوشیزۂ طنّاز کی باتیں

خدا رکھے یہ کونسل والے کتنا کام کرتے ہیں

رُخِ انور کی آرائش بڑھا کر خالِ ہندو سے

پری رُو متّحد کیا کفر اور اسلام کرتے ہیں

مری کشتِ تمنّا عشق میں برباد ہے لقّق

توجّہ اس پہ سُندر نہ چھوٹو رام کرتے ہیں

---

(۸)

عشق کے ہاتھوں دلِ مومن مرا مندر میں ہے

تھا تو احراری مگر دورِ دہری ہر ہر میں ہے

مر مٹے جب ہم تو کہتا ہے وہ ظالم "زندہ باد"

ہائے کتنی دل لگی ہمدردیٔ دلبر میں ہے

کہہ رہا ہے وصل کی شب کوئی مسجد میں اذاں

بھاگو، دوڑو، ہمدمو! دیکھو بخاری گھر میں ہے

محتسب کیوں گھورتا ہے کانگریس والوں کی طرح

اس کو بتلا دو سودیشی مے مرے ساغر میں ہے

خالِ لب اور مصحفِ رُخ مجھ کو دونوں ایک ہیں

کیا تفاوت ہندو و انگریز کے نوکر میں ہے

میں جو قبضے میں ہوں کافر کے تو کچھ پروا نہیں

رزق اُس کیڑے کو بھی ملتا ہے جو پتھر میں ہے

لُوٹ لو اے حُسن والو دین کے غورطہ خور یہ سحر

اِک بڑا گنجِ گہرِ توحید کی چشمِ تر میں ہے

چھپ گیا اخبار میں دلکش فسانہ بن گیا　　عشق میرا گویا فعلِ باغیانہ بن گیا

اُن کی نگہِ برق وش سے سینکڑوں گھائل ہوئے　　کوچۂ جاناں بھی برقی ذبح خانہ[۱] بن گیا

ختم ہو جائینگی چشمِ تر کی طوفاں خیزیاں　　جب نیا قانونِ شرحِ آبیانہ بن گیا

وعدہ کر کے اُس نے اپنے لفظ واپس لے لئے　　گریۂ شادی مرا اس کو بہانہ بن گیا

جمع ہیں شاعر بھی ایڈیٹر بھی لیڈر بھی یہاں　　گیسوئے جاناں سیاسی جیل خانہ بن گیا

دل کی نافرمانیاں کیا چھوٹ نکلیں الاماں　　تھا یہ شاخِ کانگرس اب شاخسانہ بن گیا

شاعری ہے پیٹ میں اور پیٹ میں ہے شاعری
شعر کہتے کہتے لق لق دولتانہ بن گیا

[۱] لاہور چھاؤنی میں ایک برقی ذبح خانہ بنانے کی تجویز تھی۔

گاندھیؔ اُلفت ہوں سُن لیجے مرا حال ایک دن

ورنہ کرنوں گا مری جاں بھوک ہڑتال ایک دن

ہم سے ہے ترکِ تعاون اور عدو سے اتحّاد

اس سے بہتر ہے کہ ہم کو قتل کر ڈال ایک دن

جانتا ہوں مُدّتوں کے روزناموں کا جواب

دو گے تم قرطاسِ ابیض[1] پر مجھے ٹال ایک دن

ہم سے مل غیروں کو چھوڑ اب پالیسی تبدیل کر

خوار کر دے گی تجھے یہ دو رُخی چال ایک دن

[1] وائٹ پیپر

دہشت انگیزی رقیبوں کی اگر جاری رہی

کوچۂ جاناں بھی بن جائے گا بنگال ایک دن

دل مرا اِک روز باغِ جلّیاں بن جائے گا

آرزوئیں میری کر دیں گے وہ پامال ایک دن

یار کے کوچے میں کر کے مارشل لا کا نفاذ

لاٹ صاحب کیجئے لق لق کو خوشحال ایک دن

---

(۱۱)

اُدھر کچھ تصفیہ پیکاں نشستوں کا نہیں کرتے

اِدھر دل اور جگر آپس میں سمجھوتا نہیں کرتے

رقیبانِ سیہ باطن کی بیشک اکثریّت ہے

مگر اے جانِ اقلیّت کو یوُں روندا نہیں کرتے

تری محفل میں خود مختار بننے کی تمنّا ہے

تحفّظ لاکھ ہوں ہم اس کی کچھ پروا نہیں کرتے

سُنانا داستانِ غم کا آئینِ محبّت ہے

یہ جدّ و جہدِ آئینی ہے ہم جھگڑا نہیں کرتے

صفِ مژگاں اکالی دَل ہے اس کو روکئے صاحب

جتھے بندی سے دل کا مورچہ ڈھایا نہیں کرتے

الٰہی آئیں میرے گھر میں وُہ برطانیہ بن کر

نکالوں میں تو فرمائیں کہ بسم جایا نہیں کرتے

ہزاروں احتجاجی جلسے اور لقلق کی تقریریں

ترے عاشق ترے مارے ہوئے کیا کیا نہیں کرتے

اے شہِ حسن ترے عشق کے بیمار بہت — کانگرس والے سلامت ہیں تو بیکار بہت

دیجئے دل کو مرے درجۂ نوآبادی — "حسرت آبادی" ہے الطاف کا حقدار بہت

المدد! مجلسِ تخفیفِ سلاحِ یورپ — دیدۂ یار میں ہیں قتل کے ہتھیار بہت

ایک بوسہ تو بڑی بات نہیں ہے لیکن — بزم میں اُنکی ہیں چرچل صفت اغیار بہت

عاشقو! مجلسِ اقوام بناؤ تو بنے — حُسن ہے عشق سے آمادۂ پیکار بہت

تا بہ کے دل مرا کرتا رہے ایجی ٹیشن — مان بھی جاؤ کہ اب ہو چکا اصرار بہت

زخمِ دل اپنا جو لق لق نے دکھایا تو کہا

جاؤ دیتی ہے دوا مجلسِ[1] احرار بہت

[1] احرار ریلیف کیمپ کوئٹہ

(۱۳)

اس گلی کا داخلہ ممنوع یکسر کر دیا

محتسب نے جَور یہ اِک اور ہم پر کر دیا

میں یہ کہتا ہی رہا ظالم خدا کا گھر ہے یہ

اس جفا جُو نے مرے دل کو برابر کر دیا

"ایک سو چوبیس الف" اس بُت پہ کیوں لگتی نہیں

جس نے مجھ کو مشتعل ہونے کا خوگر کر دیا

فوجِ مژگاں صف بہ صف ڈالے ہوئے تھی چھاؤنی

پھر بھی تیری آنکھ نے دُنیا کو محشر کر دیا

ایک دل نے کھو دیئے عقل و خرد ہوش و حواس

اکثریت کو اقلیت نے مضطر کر دیا

جانتا ہے میرے سینے کو کبھی وہ اے چشمِ دوست

جس نے تجھ کو حاملِ شمشیر و خنجر کر دیا

حالِ دل کہنے کی لق لق اور رہی تدبیر کر

نامۂ غم کو ترے ناصح نے سنسر کر دیا

ہم نشیں! مقتل میں رنگِ خوں کی گلکاری تو دیکھ

سرزمینِ حُسن کا آئینِ سرکاری تو دیکھ

جلوۂ جاناں جو دیکھا اُڑ گئے ہوش و حواس

تھا مجھے جن کا سہارا اُن کی غدّاری تو دیکھ

اُس طرف جبر و تشدّد اور اِدھر امن و سکوت

اُن کی بے پروائی اور میری رواداری تو دیکھ

فاتحہ[1] پڑھنا بھی میری قبر پہ ہے اُن کو عار

غیر کی سازش تو دیکھ اور یار کی یاری تو دیکھ

---

[1] بعض لوگوں نے کہا کہ شہیدانِ مسجد شہید گنج حرام موت مرے اس لئے ان کی قبروں پر فاتحہ پڑھنا درست نہیں۔

کھاتے ہیں تیرِ ستم عاشق نے سینہ تان کر

اَے رقیبِ رُوسیہ میری فدا کاری تو دیکھ

پھر رہی ہے کُوچے کُوچے میری نعشِ بے کفن

میرے غمخواروں کا آئینِ عزاداری تو دیکھ

گالیاں کھا کر بھی لق لق بزم سے ٹلتا نہیں

محفلِ جاناں میں اُن کی شانِ اصراری تو دیکھ

---

(۱۵)

مثلِ "شارعِ موت" ہے پھر حُسنِ یار آج

مجھ کو بچائیو میرے سائنس کار آج

اے حُسن کے مسولینی، حبشہ نہیں ہوں میں

برہم ہے مجھ سے کیوں نگہِ برق بار آج

ایڈن[۱] بنے کوئی، کوئی لاول[۲] کا کام دے

بالیں پہ میری جمع ہیں کیوں دوست یار آج

ختمِ سویز عشق ہے اور کشتیِ حیات

اے سندباد! مر گئے کیسا آبدار آج

---

۱ برطانیہ کا وزیر خارجہ ۲ فرانس کا وزیر خارجہ

شاید اسمبلی میں مرا آگیا ہے ذکر

لیتی ہے ہچکیاں مری شمعِ مزار آج

اے دل! خلاف ورزیٔ قانون کیجئے

محفل میں اُن کی جائیے دیوانہ وار آج

لق لق سے کل ملے تھے جو گیسو[له] درازِ جنگ

کچھ کچھ کھلا ہے عقدۂ شب ہائے تار آج

له خواجہ حسن نظامی

(۱۶)

عشق کے ہیں تمام کام خراب
ہوگیا لیڈری میں نام خراب

کرلئے ہم نے یونہی دام خراب
اُن کو کونسل کی ممبری نہ ملی

در و دیوار فرش و بام خراب
اپنا گھر بھی ہے اک سیاسی جیل

حالِ عاشق ہے صبح و شام خراب
دن کو پولیس رات کو جاسوس

آئے شہِ حسن یوں نظام خراب
اس وفا پر خطاب بھی نہ ملے

ممبری کا ہے اذنِ عام خراب
بزم کو اپنی کانگرس نہ بنا

سُن کے لق لق کی یہ غزل بولے

تُو خراب اور ترا کلام خراب

لب و رُخ لال ہیں رُو مال بھی ہے لال ترا

بن کے کیا رُوس سے آیا ہے یہ سب مال ترا

غمِ فُرقت میں ہے گھر بھی اُسے ملتان کی جیل

دیکھ کس حال میں ہے عاشقِ بدحال تیرا

آمد و رفت نے میری وُہ گڑھے ڈال دیئے

سر کلہ رو ڈبنا کُوچہ پامال ترا

آرزوؤں کا تیری بزم میں خوں ہوتا ہے

وحشت انگیز ہے ازبسکہ یہ بنگال ترا

قلعہ بندی ہے ترے حُسن پہ سو غمزوں کی

کتنا مضبوط ہے اَے جاں دریدانیاں ترا

دانۂ دامِ سیاست ہے رُخِ روشن پر

نقطۂ کاغذِ ابیض[1] ہے سیہ خال ترا

حاجی لق لق کی دُعا ہے یہی اے بختِ امین[2]

رشکِ خورشید بنے نیّرِ "اقبال" ترا

---

[1] وائٹ پیپر [2] چودھری محمد امین مینجر روزنامہ "اقبال" لاہور

آرائشِ جمال کا دشمن نہیں ہوں میں — بن ٹھن کے آئیں آپ کہ جرمن[1] نہیں ہوں میں

محفل میں دیں نہ مثلِ مکڈنلڈ[2] گالیاں — عاشق ہوں صدرِ اعظمِ لندن نہیں ہوں میں

سرکارِ حسن! مجھ کو مٹانے سے فائدہ — تحریکِ ناز ان کو ایجیٹیشن نہیں ہوں میں

ہے رنگِ بزمِ یار چٹاگانگ[3] کا جواب — کیا کیجیے کہ لارڈ ولنگڈن نہیں ہوں میں

غیروں سے ربط حاجی لق لق سے چھوت چھات
کافر خدا کو مان ہریجن نہیں ہوں میں

۱؎ ہٹلر نے حکم دیا تھا کہ جرمنی کی کوئی عورت سرخی پوڈر نہ لگائے۔ ۲؎ ایک ممبر پارلیمنٹ (لندن) نے پارلیمنٹ ہاؤس میں وزیرِ اعظم انگلستان کو برا بھلا کہا۔ ۳؎ بنگال میں دہشت انگیزی کا ذکر۔

(۱۹)

ہیں عاشق اچھوت اور کم اوقات والے

صنم بن رہے ہیں بڑی ذات والے

مرے دل کی برباد بستی کو دیکھیں

کہاں ہیں یہ اصلاحِ دیہات والے

ترا دل ہے پتھر ترا عزم آہن

پھر آئے ہیں دن پتھر اور دھات والے

ہوئے شیخ بھی بزمِ جاناں کے ممبر

بڑے ہٹ کے پکے بڑی بات والے

تشدّد سے اُن کے نہ گھبراؤ اے دل

کہ آنے کو ہیں دن مراعات والے

اجی کشورِ حُسن کے صدرِ اعظم[1]

وُہ کچھ یاد ہیں وعدے برسات والے

تُو شب بھر تو رہتا ہے لق لق کے دل میں

دکھا دن کو بھی جلوہ اور رات والے

---

[1] برطانیہ کے سابق وزیرِ اعظم مسٹر لائڈ جارج سے تشبیہ دی ہے جس نے ہندوستان سے وعدے کئے. اور انہیں پُورا نہ کیا۔

(۲۰)

بخاری کی سی ہے، تقریر پیچھے ار تقلق کی
بُتِ مرزائی سُنتا ہی نہیں گفتار تقلق کی

گلہ مژگاں سے تیری اور نہ ابرو سے شکایت ہے
ہمیشہ پالسی ہے غیر جانبدار تقلق کی

رضا کارانہ اس میں بیٹھیے اور بلغ تک چلیے
کوئی پولیس کی لاری نہیں ہے کار تقلق کی

مرادل اتحادِ ملّتِ بیضا نہیں ظالم
نہ توڑ اس کو پڑیگی ورنہ سوٹیکار تقلق کی

شفاء الملک بنکر دیجیے اک نسخہ محبّت کا
خدا کے واسطے لیجیے خبر بیمار تقلق کی

کوئی شوکت علی بن کر ہمارے درمیاں آئے
کرائے صلح اس کافر کی اور دیندار تقلق کی

ہماری چونچ بندی کا ارادہ ہے جو کہتے ہیں
بڑی گستاخ اور طرّار ہے منقار تقلق کی

---

(۲۱)

سِول میں چھپ رہا ہے تذکرہ شام و سحر میرا

غضب ہے پھر بھی چھا جائے نہ اُس کافر پہ ڈر میرا

چُرا لو دل مرا، لے جاؤ، لیکن یاد رکھئے گا

در و دیوار پہ دیکھو گے کل اِک پوسٹر میرا

ترے ظلم و ستم کی داستاں میں لکھ تو دوں لیکن

کروں کیا نام سے تیرے ہے واقف پبلشر میرا

غدودِ لُوز نہ ہو ائیس لیے ہو اور ہو اپریشن

شفاء الملک کیا جانیں بھلا دردِ جگر میرا

جواب آیا ہے وائرلیس پہ اُن کا آرہے ہیں ہم
یقیں کیا آئے جب پادرہوا ہو نامہ بر میرا

دلوں کی کیفیت جُز ڈاکٹر معلوم ہو کیسے
کرائیں دوست ایریشن اُدھر تیرا اِدھر میرا

دلِ لق لق کہیں بھی ہو نگاہیں ڈھونڈ لیتی ہیں
تری سی۔ آئی۔ ڈی معلوم کر لیتی ہے گھر میرا

کوئی اسمبلی میں بھی تو پوچھے مرا ذرا سا سوال کیا ہے

کہ جس پہ میں اپنی جان دیتا ہوں اُس کو مجھ سے ملال کیا ہے

جفا کو چھوڑ او، مری دو آنکھوں کی اشک ریزی کی لاج رکھ لے

نہ پوچھ تو بن کے سر سکندر کہ پانی پت اور دو تال کیا ہے

برادرانِ وطن میں تحریک چل رہی ہے خلافِ مذبح

بتا دے اے کاش کوئی اُن کو کہ کوئے جاناں کا حال کیا ہے

نہ تم ہو برطانیہ نہ میرا مطالبہ ہے کہ راج دے دو

نگاہِ اُلفت کی ہے تمنّا کہو کہ اس میں بھی ٹال کیا ہے

میں آہ کرتا نہیں ہوں قانونِ اسلحِ آتشیں کے ڈر سے
وگرنہ دشمن کے گھر کو بھک سے اُڑا ہی دینا محال کیا ہے

نہ بندگی پر صنم کی نازاں ہوں کیونکہ بعبارت کلال ہوں میں
سرشت ہی میں مرے غلامی ہے اس میں میرا کمال کیا ہے

یہ کس کی فوٹو کھنچی ہوئی ہے جناب لق لق تمہارے دل میں
چھپائے پھرتے ہو جس کو سینے میں، میں بھی دیکھوں یہ مال کیا ہے

جو پیشِ غیر لئے تحریکِ التوا کر دی
تو اُس نے آ گئی میری التجا کر دی

قرار دادِ مذمّت کریں گے ہم منظور
عدو کو تو نے رعایت اگر عطا کر دی

خلافِ ورزیِ قانونِ عشق ہو کیوں کر
کہ ہم نے جان تک آئین پر فدا کر دی

جو چیز سینے سے ہم نے نکال کر دی تھی
کہو خدا کیلئے کچھ وُہ تم نے کیا کر دی

امیرِ ملّتِ بیضا مرض کو کیا جانے
فقیر اللہ اچھا ہے جس نے میری دوا کر دی

تمہارا آنا ہے آئینِ تازہ کی صُورت[۲]
کہ بیکلی مری تشریف نے سوا کر دی

[illegible] حسن نظامی

زبس حزیں ہے غمِ مرگِ دوست[۳] میں لق لق
کسی نے مر کے مری زیست بھی فنا کر دی

[illegible]

[۳] حاجی لق لق کا ایک عزیز دوست اُن سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گیا۔

(۲۴)

نہ ممبری نہ اسمبلی میں شہ نشین ملے ملے تو اگلے برس[لہ] کوئی مہ جبین ملے

نگار کے لئے جاپان بن گیا ہوں میں میں لڑ رہا ہوں کہ مجھ کو نگارِ چین ملے

مرتبوں کی ہوس کیا، فقط یہ خواہش ہے صنم کے کوچے میں گز بھر ہمیں زمین ملے

منا کے اُس بُتِ کافر کو راہ پر لائے الٰہی عشق میں لیڈر تو اہلِ دین ملے

فقیر کی بھی سُن اے محفلِ کنارِ بیاس خدا کی راہ مجھے بھی کوئی حسین ملے

ہمارا کُنجِ قفس بھی ہے اُن کو پاکستان بڑے بڑے ہمیں دُنیا میں خورد بین ملے

ریزرو بنک میں لق لق نہ رکھ امانتِ دل
عجب نہیں تمہیں بہتر کوئی امین ملے

لہ یہ غزل ۱۹۳۶ء میں لکھی گئی جب کہ اگلے برس ہندوستان کو اصلاحاتِ جدید ملنے والی تھیں ؛

کہتے ہیں جسے سنم ہے عدو لق لق میخوار ہے اور مشٹنڈا ہے

کیا خوب یہ کارستانی ہے کیا خوب پروپیگنڈا ہے

وہ "خفیہ پولیس" کی باتوں کو سنتے ہی نہیں ماشاءاللہ

جان اُن کی طرف سے سنگھ میں ہے دل اُن کی طرف سے ٹھنڈا ہے

قبضہ ہے دلِ مومن پہ مرے اس شوخ کے لمبے بالوں کا

اللہ کے گھر میں شانِ خدا منصوبہ اکالی جھنڈا ہے

میں بہرِ عبادت جاتا ہوں دلدار کے کوچے تک لیکن

پولیس یہ کہتی ہے بڑھ کر واپس جاؤ یہ لنڈا ہے

؎ لنڈا بازار جہاں مسجد شہید گنج واقع ہے

ہم بحث کریں تو کیسے کریں کس بات پہ بولیں کیوں بولیں

ایوانِ محبّت میں کوئی نوٹس ہے نہ کچھ ایجنڈا ہے

پہنچیں ہم تیری محفل تک ناممکن ہے ناممکن ہے

ہم بے ہتھیار ہیں اور تیری "پولیس" کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے

ہم سیدھے سادے تو تم ہیں آؤ اور دل پر وار کرو

واللہ ہمارے پاس کوئی تعویذ نہ کوئی گنڈا ہے

---

(۲۶)

نہیں قبضہ ہمارے دل پہ اس شوخ ستمگر کا

تسلّط ہے یہ رائن لینڈ پر افواجِ ہٹلر کا

بنا دو وعظ کی مجلس کو بھی پنجابؔ اسمبلی تم

اُٹھو رندو ذرا جھگڑا چلے صہبا و ساغر کا

اسمبلی کی وزارت دین و دنیا بیچ کر کیوں لُوں

مجھے یہ فخر کیا کم ہے کہ درباں ہوں ترے در کا

ہماری آہ میں ہے اشک آور گیس کا مادہ

نہیں بے وجہ سیلِ اشک اپنے دیدۂ تر کا

ؔ پنجاب اسمبلی میں شراب کا ذکر کیا گیا تھا۔

نبھے کیا دوستی ہم مفلسوں کی ایسے دلبر سے
جنوں جس کو ہو امریکہ صفت اموال کا زر کا

یہ چھاپے مارتی ہے کیوں مرے دل پر صفِ مژگاں
مجھے کیوں تم نے سمجھا ہے مصنف "ارضِ احمر"[2] کا

ترے دربار کا ٹوڈی ہے اپنا حاجیِ لق لق
خضاب اُس کو بھی مل جائے تری سرکار سے سر کا

---

[2] جناب باری ایک کتاب بعنوان "ارضِ احمر" لکھ رہے تھے۔ کہ پولیس نے ان کے مکان پر چھاپہ مارا۔
اور بعض مسودات لے گئی۔

جب سے کسی کے عشق کا آزار ہو گیا　　گاندھی کی طرح مرنا بھی دشوار ہو گیا

لہرا رہا ہے سُرخ نشاں میرے واسطے　　گھر آپ کا بھی دفترِ احرار ہو گیا

مثلِ سبھاش[۱] دل مرا دریائے عشق میں　　ساحل پہ آ گیا تو گرفتار ہو گیا

بڑھنے لگے ہیں بزمِ صنم کے تحفظات　　میں ہوم رول مانگ کے بیزار ہو گیا

الحمدللہ ترکِ موالاتِ شب کے بعد　　جب دن چڑھا تو یار کا دیدار ہو گیا

برباد کر دیا بُتِ کافر کے جَور نے　　دل بھی شہید گنج کی دیوار ہو گیا

فضلِ حسین[۲] سے کوئی پوچھو دوائے درد　　لو لو غریب عشق کا بیمار ہو گیا

۱۔ مسٹر سبھاش چندر بوس کو ولایت سے آتے ہی ساحل بمبئی پر گرفتار کر لیا گیا تھا

۲۔ سر فضل حسین مرحوم — جن کا اس زمانے میں بڑا شور تھا

مزے آتے ہیں "آئینِ محبت" میں "تعطّل" کے

نہ میں کچھ بولتا ہوں اور نہ وہ کہتے ہیں کچھ ٹل کے

زعیمِ عشق کی قربانیاں بے سُود جاتی ہیں

کہاں تک جائیے قربان اُس بُت کے تغافل کے

محبّت نے وطن کی ان کو بھی دِکھلا دیا زنداں

کہ جن کے سُوٹ آتے تھے فرنگستان سے دُھل کے

سیاسیّینِ اُلفت کے لئے گویا سلاسل ہیں

یہ گھونگھر تیرے گیسو کے یہ حلقے تیرے کاکل کے

ہماری مانئے، ظلم و تشدد چھوڑ بھی دیجے

وگرنہ یاد رکھیے دن گئے صبر و تحمّل کے

وُہ بن کر بالڈرن کہتے ہیں "آخر چاہتے کیا ہو؟"

میں صدقے اس تمسخر کے میں قرباں اس تجاہل کے

ہماری شاعری لق لق بیاناتِ سیاسی ہیں

نکلتے ہیں زبانِ کلک سے الفاظ چج تُل کے

یہ مانا غم سے آزادی نہ ہوگی سو برس میں بھی

مگر پُر لطف ہے عاشق کا جینا اس ہوس میں بھی

بُتِ بے دیں کو بھی دل بستگی ہے انجمنوں سے

کھُلا ہے شعبۂ اسلام گویا کانگرس میں بھی

تمہاری مجلسِ عشّاق کے ممبر ہزاروں ہیں

مگر مجھ سا نہیں احساسِ اُلفت پانچ دس میں بھی

میں اس کی نازبرداری کا فارم بھر تو دوں لیکن

ستم پیشہ کو آتی ہوں وفاداری کی رسمیں بھی

گہے اقدامِ اُلفت ہے گہے جَورِ تغافل ہے

وُہ ہیں کچھ مہرباں بھی اور کچھ کچھ پیش و پس میں بھی

تجھے ترکِ تعاون کا مزا دکھلا تو دُوں لیکن

کروں کیا جانِ عاشق ہو دلِ کمبخت بس میں بھی

شفاء الملکؒ کے ہاں جائیے لق لق کہ سُنتے ہیں

قیامت کا اثر ہے شربتِ فریادرس میں بھی

ؒ شفاء الملک حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی مرحوم مغفور۔

(۳۵)

پھر اُٹھا جوش مرے دل میں فداکاری کا   دیکھیں کیا حشر ہو اس حبّت کی عملداری کا

اپنے شربان کا اسسٹنٹ بنا لو تو جناب   آج حل ہوتا ہے عقدہ مری بیکاری کا

کشورِ حُسن کے سوراج کی خواہش ہے مجھے   یہی چارہ ہے مرے عشق کی بیماری کا

باندھ لو گیسوئے پُرخم میں جکڑ لو ہم کو   بھاگئی زُلف تو کیا خوف گرفتاری کا

بٹوا چھین لئے میرے حواسِ خمسہ"   اللہ اللہ رے عالم تری عیّاری کا

بھوک ہڑتال کئے ہوں تو مجھے مرنے دو   آپ کیوں بھرنے لگے دم مری غمخواری کا

مری بربادی پہ ماتم ہے جہاں میں لیکن

دل کا چھن جانا بھی مرجانا ہے انصاری[۱] کا

۱؎ ڈاکٹر انصاری دہلوی مرحوم

میرے دل کو کاسہ لیسی آپ کی مطلوب ہے

حُسن کی سرکار کا گویا یہ سر یعقوب ہے

مارشل لا ہو کہ بزمِ ناز کا آئینِ نو !!!

ہر ادا شوخِ ستم گر کی مجھے مرغوب ہے

کام ہے اس کو بغاوت سے نہ سازش سے غرض

عاشقِ بے خانماں کیوں آپ کا معتوب ہے

اُس نے میرے دل کو بزمِ غیر میں ٹھکرا دیا

میں یہ کہتا ہی رہا ظالم مرا مندوب[۱] ہے

۱ نمائندہ

صحنِ گلشن ہے مجھے کنجِ نفس مثلِ سبھاکش

اپنے گھر میں رہ کے آزادی مری مسلوب ہے

شیخ جی مسجد[1] گرا کر سوئے کعبہ چل دیئے

وہ ادا بھی خوب تھی اور یہ ادا بھی خوب ہے

کون سمجھے بزمِ جاناں میں بھلا لق لق کی بات

ایک دیوانہ ہے وہ مجنوں ہے اور مجذوب ہے

---

[1] ایام قضیۂ شہید گنج کے ایک واقعہ کی طرف اشارا ہے۔ س و حیئہ.

(۳۲)

کیا ملے اُن سے جو چھپ چھپ کر لعبتِ مشکل ملے

لطفِ صحبت سے اگر آزادیٔ کامل ملے

یہ سنا جب مسلم لیگ اور جانِ جہاں ہندو سبھا

اس بُتِ کافر کا مجھ مومن سے کیونکر دل ملے

خونِ ناحق سے مرے ہیں اُن کے دامن داغدار

جادۂ اُلفت میں لیڈر بھی مجھے قاتل ملے

کشتیٔ دل ہم نے کر دی نذرِ دریائے بیاس

جھمگٹا پریوں کا شاید بر لبِ ساحل ملے

قیس اب جاتا ہے صحرا کو ز راہِ لیڈری

تاکہ اُٹھے شورِ "زندہ باد" مجنوں سے ملے

کشورِ دل کو مرے ہو گی نہ آزادی نصیب

مجھ کو سب غم خواری ٹاٹ چارج اور چرچل نے

کامیابی عشق میں مشکل نہیں لیکن مگر

شرط ہے لیڈر کوئی مخلص سلطنی ملے

لیڈر کی طرح عاشقِ مضطر بھی فرد ہے

تنہا دل ہیں اس کے تنہا میں فقط ایک درد ہے

فضلِ حسین بن کے مراقب رات دن

محوِ تلاشِ ناقہ ہے صحرا نورد ہے

آپس میں آج ارزق[۱] و احمر[۲] بھی مل گئے

لیکن غمِ فراق میں رنگ اپنا زرد ہے

اب گفتگو بھی فرقہ پرستی کی ہے شکار

بت[۳] کے لبوں کو میری زباں سے نبرد ہے

۱،۲ اتحاد و ملت، ۲ و احمر ازرق: ''سرخ اور نیلا'' یعنی برہمن اور شیخ یا ہندو مسلم

۳ محبوب کی بولی زبان دوسری ہے اور میری زبان دوسری

ہے مائلِ کساد ترا اقتصادِ حسن

کر مشقِ ناز پھر کہ یہ بازار سرد ہے

کیا ہی ستم کی بات ہے اس کو نہ چھو سکوں

پوڈر یہ تیرے رُخ کا ہے یا تیری گرد ہے

لق لق مریضِ عشق تھا میں اُن سے پٹ گیا

پہلے تھا دل میں اب مری پسلی میں درد ہے

مفید میری علالت کا شاخسانہ ہوا
وہ آئے بہرِ عیادت عجب بہانہ ہوا

قرار و حوصلہ و صبر کر گئے ہڑتال
ہمارا دل نہ ہوا کوئی کارخانہ ہوا

وہ ٹیلیفون پہ بولے جنابِ حال ہے کیا
ہمارے حال پہ کیا لطف غائبانہ ہوا

مٹا طلب میں تِری امتیازِ راحت و رنج
مضائقہ ہی نہیں گھر ہوا کہ تھانہ ہوا

کسی کی بزم کے ہم صدر بننا چاہتے ہیں
یہ ایک خواب ہے پُورا ہوا ہوا نہ ہوا

کبھی کسی کی رعونت کے ہم بھی دشمن تھے
پُرانی بات ہے مدت ہوئی زمانہ ہوا

لُٹائیں کیوں نہ وہ مجلس میں اپنی دولتِ حُسن
کہ اہلِ حُسن کا اندازہ دولتانہ[1] ہوا

[1] نوابِ دولتانہ کی معارف پروری اور فیاضی کی طرف اشارہ ہے کچھ اور نہ سمجھ لیا جائے۔

(۳۵)

مجھ کو میرے دل سے لڑوانے کی صورت کیجئے

بن کے پھر برطانیہ ہم پر حکومت کیجئے

ناصحِ مشفق بھی اس کافر کے ووٹر بن گئے

اب کسی کو کیا شریکِ رنج و راحت کیجئے

ہے فقط دل پر نظر یا جاں کے بھی خواہاں ہیں آپ

اپنے نصب العین کی کچھ تو وضاحت کیجئے

حوصلہ فرسا ہے راہِ منزلِ جاناں مگر

سوشلسٹوں کا تقاضا ہے کہ ہمت کیجئے

دیکھئے مجھ کو نہ اے جاناں نگاہِ عام سے

کچھ مراعاتِ خصوصی بھی عنایت کیجئے

آسماں دُشمن، صنم بے مہر اور بدبیں رقیب

جلسۂ شیون ہیں کس کس کی مذمّت کیجئے

حضرتِ لقلق کو کر کے منتخب اپنا امیر

ملّتِ عُشّاق کچھ تعمیرِ ملّت کیجئے

---

(۳۶)

بے رُخی ہے ڈانٹ ہے دُشنام ہے
ہوش میں آؤ یہ کیا اقدام ہے

یار کے گھر پرچیاں پڑنے لگیں
عاشقوں کا انتخابِ عام ہے

دل رضاکارِ محبّت ہے ترا
حُسن کا یہ بندۂ بے دام ہے

لیڈری بن کر ترے سر چڑھ گیا
عشق دشمن بھی شرابِ خام ہے

لیجئے وہ سینے پہ میرے رکھ کے ہاتھ
کہئے حضرت! اب تو کچھ آرام ہے

بڑھ رہی ہے کس قدر تحریکِ عشق!
لب پہ دُنیا کے تمہارا نام ہے

قرض کی مَے بھی نہ لقّہ مل سکی
یہ عجب قانونِ چھوٹو رام ہے

(۳۷)

جی میں ہے اِک عارضی کونسل بنا کر دیکھئے

اُن کے گھر کے سامنے غوغا مچا کر دیکھئے

چُپ لگی ہے کیوں اُسے کیوں اُس نے رکھا مَرن برت

بُڑھیئے اور عاشق کو اپنے گُدگُدا کر دیکھئے

تم نہیں عفّار[1] خاں یہ صوبۂ سرحد نہیں

آئیے اِک روز میرے گھر تو آ کر دیکھئے ۔

ناک میں کرتی ہے دم کس طرح حزبِ اختلاف
میکدے میں شیخ جی باتیں بنا کر دیکھئے

[1] خاں عبدالغفار خاں کا داخلہ صوبہ سرحد ممنوع تھا۔

اختیاراتِ خصوصی غیر کے اس بزم میں

ایسے آئین کو بھلا کیا آزما کر دیکھئے

آپ کا قصرِ رعونت گر نہ جائے گا حضور

بستگانِ زلف کو بے شک رہا کر دیکھئے

میر[1] منشی بن کے میں چھپوا نہ دوں لکھوں بیاں

شعرِ تعلق کی طرف انگلی اٹھا کر دیکھئے

---

[1] نواب احمد یار خاں دولتانہ

(۳۸)

تمہارے در پہ دلِ داغدار پھینک دیا

یہ میرا ووٹ تھا بے اختیار پھینک دیا

سمن عذار کی زرعی رقابتیں دیکھو

مسل کے پاؤں تلے میرا ہار پھینک دیا

یہ بد گمانی کی حد ہے کہ میرا نامۂ غم

سمجھ کے یار نے رلیوٹر کا تار پھینک دیا

عجب سیاستِ اُلفت ہے تم نے دل میرا

ہزار بار لیا لاکھ بار پھینک دیا

اِدھر تھا منتظرِ التفاتِ گوشۂ چشم

خدنگِ نازکدھر تو نے یار پھینک دیا

میں عرضِ حال کروں کس طرح کہ ظالم نے

پڑھے بغیر مرا اشتہار پھینک دیا

یہ آبداروں میں ہیں تذکرے کہ لق لق نے

اُٹھایا جب سے ہے چپّو[1] ستار پھینک دیا

---

[1] حضرت سندباد جہازی کی تحریکِ آبلہ ؔزوں کا نشان چپّو ہے۔

(۳۹)

ترا سودا جو سر میں ہم نے اے گلفام رکھا ہے

تو مثلِ خوابِ آزادی خیالِ خام رکھا ہے

نہیں کچھ بھی اثر مجھ پر ترے ترکِ تعاون کا

کہ بندے نے تو بس فوٹو سے تیرے کام رکھا ہے

برنگِ اتحادِ ہندیاں قدرت نے اُلفت کا

وُہی آغاز رکھا ہے وُہی انجام رکھا ہے

سہارا نام کا ہے مثلِ گاندھی جس پہ جیتا ہوں

وگرنہ مجھ میں کیا اے گردشِ ایام رکھا ہے

وفاؤں پر مری یُوں "جان بُل" بن کر بپھرتے ہو

اِسی حیوانیت کا تم نے اُلفت نام رکھّا ہے

ترا پیمان تعلّق سے ہے لارڈ جارج کا وعدہ

تو پھر کیا چیز ہے جس نے دل اس کا تھام رکھّا ہے

---

(۴۰)

کیا کیجیئے جانستاں مرے گھر کا نفاق ہے

میرے دل اور مجھ میں بڑا افتراق ہے

کونسل ہے اس جہاں میں تو اگلے جہاں میں غلط

مرنا بھی ہے کٹھن مجھے جینا بھی شاق ہے

جاتے ہیں وہ ہجوم میں لیڈر بنے ہوئے

کیا تزک و احتشام ہے کیا طمطراق ہے

ہیں عاشقانِ کُشتہ کے پُشتے لگے ہوئے
تیر اسیالکوٹ[1] بھی گویا چناق ہے

[1] ترکی کا مشہور قلعہ جہاں جنگ عظیم میں سخت خونریزی ہوئی تھی۔

میں سازشِ منظّمِ اعدا کا ہوں شکار

اس رائے سے جناح کو بھی اتفاق ہے

ہر بوالہوس کے سر پہ ہوئی عاشقی سوار

گویا یہ لیڈری کی طرح اِک مذاق ہے

لق لق نے یادِ دوست میں لکھے ہیں سات شعر

آج اس کے سر پہ ساتویں شامِ فراق ہے

---

(۲۱)

طریقِ عشق میں لیڈر، تو جا و ہ سنج ملے

مگر یہ حد ہے کہ فی ماہ سی و پنج ملے!

وُہ دِل چھینا ہے کہ مدفن تھا لاکھ حسرت کا

الٰہی پھر مجھے میرا شہید گنج ملے

بلا سے گر تیرے زنداں میں "اے کلاس" نہیں

فقط سُکھانے کو آنسو مجھے سفنج ملے

اسیرِ زُلف ہوں اِک لعبتِ فرنجی کا

خدا کی راہ ذرا بادۂ فرنج ملے!

میں تیرے ناز اُٹھاتا ہوں نازِ دُشمن بھی

مجھے رقیب بھی اہلِ دلال و غنج ملے

ہے پالسی مری اُلفت میں ستّیہ گرہی

تو اِک صنم بھی مرنجاں ملے مرنج ملے

بگڑ کے اُن کا وہ لقلق کی شان میں کہنا

زبان کھینچ کے رکھ دُوں اگر کلنگ[1] ملے!

---

[1] یعنی کلنگ جسے عربی زبان میں لق لق کہتے ہیں۔

قرار داد ہے اپنی کہ جان دے دیں گے

یقیں ہے اب تو ادھر کچھ وہ دھیان دے دیں گے

حریم ناز اسمبلی سے کم نہیں صاحب

ہم اس کے واسطے دونوں جہان دے دیں گے

مرے مطالبۂ دل پہ مُسکرا کے کہا

تمہاری چیز ہے اے مہربان دے دیں گے

ہماری کشتِ تمنّا ہری کرو تو سہی

تمہارا ذمّہ نہیں ہم لگان دے دیں گے

سُنو نہ حالِ دل انٹرویو نہیں نہ سہی

ہم "انقلاب" کو اپنا بیان دے دیں گے

نہیں ہے کوئی اہنسا سے بڑھ کے چارۂ عشق

ہم ان کے پاؤں میں گر کر پران دے دیں گے

ہم اُن کے جور سے تنگ آئیں گے تو اے لقلق

شہید گنج میں جا کر اذان دے دیں گے

دل جگر کو میرے خالِ رُخ دکھانا چاہیئے

لڑ مریں گے دونوں ان مرغوں کو دانہ چاہیئے

میرے دل میں آکے بھی قائم ہیں دل آزاریاں

ہو چکا آنا بس اب حضرت کو جانا چاہیئے

کیا کہا سمینٹ سے جُڑ جائیگا عاشق کا دل

واہ وا کیا خوب یہ بھی آزمانا چاہیئے

اشتعال انگیز حرفِ مدّعا اور یار شوخ

سوچتا ہوں حالِ دل کیوں کر سُنانا چاہیئے

بھیجتے جاؤ فلک رُو ہو کے آہوں کے جتھے

عاشقو ہاں عرشِ اعظم کو ہلانا چاہیئے

دل کو گھر اللہ کا کہنے پہ تیور چڑھ گئے

سچ ہے خوئے بد کو تھوڑا سا بہانہ چاہیئے

ناز برداری کو ان کی لقلقِ لاغر کے ساتھ

گورِ مانی چاہیئے یا دولتانہ چاہیئے

---

(۴۴)

آئنہ رُو سے جو ملنے کی اجازت مل گئی
ہم سمجھتے ہیں کہ آئینی حکومت مل گئی

چھوڑ دی کیوں جستجوئے چشمۂ آبِ حیات
پوچھو اسکندر سے کیا اس کو وزارت مل گئی

منتخب عشاق پر اپنی یہ پٹیشن ہے عبث
مل گئی جن خوش نصیبوں کو یہ عزت مل گئی

جان و دل ہوش و خرد صبر و سکوں جاتے رہے
آہ اس کافر سے میری اکثریت مل گئی

"اتحادی" میرا دل واپس دلائیں تو کہوں

کیا ہے گر واپس جراند کو ضمانت مِل گئی

میری عرضی پر لکھا ظالم نے دیکھا جائے گا

جب کبھی اجلاس بلوانے کی فرصت مل گئی

اِن دنوں تعلق ہے پھر بزمِ صنم کا چودھری

گویا اس کو "چار کونسل" کی صدارت مل گئی

---

(۷۵)

شاہِ حُسن اپنے گدا پر کیوں جفائے عام ہے

اس فقیرِ ایپی پہ کیوں بمباریٔ دُشنام ہے

دھنس رہی ہیں میرے دل کی سرحدِ آزاد میں

روکئے اپنی نگاہوں کو یہ کیا اقدام ہے

داخلہ ممنوع ہے قاصد کا بھی اب اس کے گھر

ناکہ بندی کوچۂ جاناں کی صبح و شام ہے

لیتا جا اِک پمفلٹ میرا بھی اے طیّارچی

"لال ڈھنڈورا" نہیں اُلفت کا یہ پیغام ہے

اُن کی نگہِ ناز نے دل میرا اغوا کر لیا

کافر و دیندار کی اُلفت کا یہ انجام ہے

جارحانہ پالسی سے میرے دل کی شورشیں

مِٹ کہاں سکتی ہیں اے جاں یہ خیالِ خام ہے

حاجیؔ لقلق سے یوں بیگانگی اچھّی نہیں

کچھ بھی ہو لیکن تمہارا بندۂ بے دام ہے

تیر سے نشتر بنیں نشتر سے کرپاں ہو گئیں

کیا ہی خوں آشام اس کافر کی مژگاں ہو گئیں

التوائے بزم کر کے کب وہ سنتے تھے گلے

میری تحریکات نامنظور ایواں ہو گئیں

غم سے کر آزاد اے جاناں کہ اب تو مشکلیں

مارشل لا کے اسیروں کی بھی آساں ہو گئیں

سن کے واٹر ٹیکس میرا سیلِ گریہ تھم گیا

خوف سے میٹر کی آنکھیں خشک داماں ہو گئیں

یار سے خفیہ ملاقاتیں کسی خوش بخت کی

اِتّحادی پارٹی کا رازِ پنہاں ہو گئیں

بزمِ جاناں میں ہماری اکثریت اور رسوخ

خواب کی باتیں تھیں اور خوابِ پریشاں ہو گئیں

کاش لق لق کو لطیف اخواں نہ چشمہ بخشتے

جھرّیاں سب روئے دلبر کی نمایاں ہو گئیں

لہ لطیف برادر (رائل اپٹی شنز ہسپتال روڈ لاہور) نے حاجی لق لق کو ایک عینک تحفہ پیش کی ہے

ہو اِدھر بھی تو کبھی چشمِ عنایت تیری چھِن نہیں جائے گی اے یار وزارت تیری

کر نہ ٹکڑے دلِ عاشق کے فلسطین کی طرح اِسی خطّے میں ہے محفوظ امانت تیری

اپنی فرقت تو نہیں دیتا تو تصوّر کو بھی چین ہر گھڑی سامنے کیوں رہتی ہے صورت تیری

دیکھ مل بیٹھے ہیں اب گاندھی و لنلتھگو بھی کیوں مرے باب میں قائم ہے رعونت تیری

چھین لے دل کو مرے ہے یہ ترا قومی حق مال تیرا ہے یہ اے جان یہ دولت تیری

آج معمورۂ دل میں ہے ہجومِ آلام ڈر ہے کر دیں نہ یہ جلسے میں مذمّت تیری

تیری گالی میں بھی ہے قندِ مکرّر کا مزا
دلِ اقلق کو بہت بھاتی ہے لکنت تیری

گرا کر رکھ دیا ایوانِ دل قسمت کے ماروں کا

نگاہِ یار ہے یا بیلچہ ہے خاکساروں کا

رُخِ روشن ہے اُن کا حلقۂ گیسُو کے نرغے میں

لگا ہے مورچہ یاں بھی گورو ناتک کے پیاروں کا

ہماری اشتراکیِ عشق بازی کا خدا حافظ

کہ دولت حسن کی سب مال ہے سرمایہ داروں کا

مَیں یُوں راہ تک رہا ہوں نامۂ دلدار کی جیسے

مدیر اخبار کا ہو منتظر ریوٹر کے تاروں کا

جنابِ مولانا کو خبر کیا میرے جھنڈے کی
علمبردار ہوں میں میکدے کے ہوشیاروں کا

نہ کیوں چاہوں تری تصویر کو جو تجھ سے بہتر ہے
نہ خدشہ گالیوں کا اور نہ ڈر قاتل اشاروں کا

کیا ہے ضبط ظالم نے دلِ القلق ضمانت میں
بُرا ہوتا ہے ناکامی پہ حشر اُمّیدواروں کا[1]

---

[1] اسمبلی کے جن امیدواروں کو . . . فیصدی سے کم ووٹ ملیں اُن کی ضمانت ضبط ہو جاتی ہے.

اصلاحی نظمیں

مقصدِ حیات

(اس نظم کو آل انڈیا نمائش کے آل انڈیا مشاعرہ میں طلائی تمغہ پیش کیا گیا۔ یہ مشاعرہ انجمن اُردو پنجاب کے زیر اہتمام نمائش گاہ کے انجینئرنگ ہال میں ۳۰، ۳۱ دسمبر کو منعقد ہوا تھا۔ اور تمغہ عطا کرنے کا فرض شیخ سر عبدالقادر نے ادا کیا تھا)

زندگی کیا چیز ہے کس دیس کی سوغات ہے
آؤ ہم بتلائیں کیوں جیتے ہیں ہم کیا بات ہے

زندگی اپنی نمائش گاہِ مصنوعات ہے
چار دن بجلی کے لیمپ اور پھر اندھیری رات ہے

آئے ہیں دُنیا میں ہم کچھ کام کرنے کے لئے
کچھ خُدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کیلئے

ہے جوانوں کیلئے سنما میں جانا زندگی   جیب میں پائی نہ ہو ٹافی لگانا زندگی

مردشوا ہے باغ میں آنکھیں لڑانا زندگی   غسلخانے میں اکیلے گنگنانا زندگی

عشق بازی اور موسیقی نہیں تو کچھ نہیں

اور کچھ کچھ مے سے دلچسپی نہیں تو کچھ نہیں

شعر کہنا بھی بنا جاتا ہے جزوِ زندگی   نام چھپ جانا رسالے میں ہے حدِ شاعری

نثر میں اشعار کہہ لینا ہے اک صنعت نئی   اور اگر یہ بھی نہیں خالی تخلص ہی سہی

نام کے ساتھ ایک دو الفاظ کی دُم چاہیئے

شعر پھیکا ہی سہی لیکن ترنّم چاہیئے

عہدِ آزادی عروضی قید کا قائل نہیں ۔۔۔ اور اگر ہو بھی تو ایسے شعر کچھ مشکل نہیں

مرتعش جذباتِ قلبِ مرتسم ساحل نہیں ۔۔۔ نکہتِ عارض شمیمِ فطرتِ حاصل نہیں

سبزۂ شوریدہ سر آوارۂ الزام ہے

محملِ لیلےٰ اسیرِ ارغنون درجام ہے

زندگی کا ایک مقصد لیڈری کرنا بھی ہے ۔۔۔ چندہ کھا کر قوم کی اُلفت کا دم بھرنا بھی ہے

ملک پر جان دینا لفظی طور پر مرنا بھی ہے ۔۔۔ اس "مُردہ باد" کے نعروں سے کچھ ڈرنا بھی ہے

گرم جلسوں میں رہے ہنگامۂ کون و فساد

کان میں آتے رہیں یارب نعرہائے "زندہ باد"

سامنے مسجد کے گانے پر بھی جھگڑا چاہیئے　　اور کبھی قومی ترانے پر بھی جھگڑا چاہیئے

ہو سکے تو پینے کھانے پر بھی جھگڑا چاہیئے　　اور کبھی کونسل میں جانے پر بھی جھگڑا چاہیئے

بن کے لیڈر سو رہے تو زندگی کس کام کی

امن قائم ہو گیا تو لیڈری کس کام کی

مقصدِ حجّام ہے عورت بنانا مرد سے　　مقصد اپنا ہے ڈرانا بُت کو آہِ سرد سے

کام کتّوں کو سدا آوارہ کوچہ گرد سے　　ڈاکٹر کو ایکس رے سے اور دلِ پُر درد سے

ہے یہ ایڈیٹر کا مقصد جنگ چھڑ جائے کہیں

یہ نہیں تو ہندو و مسلم ہی بھڑ جائے کہیں

کام بیکاروں کا ہے شام و سحر غم دیکھنا — اہلِ فن کی طرف با چشمِ پُرنم دیکھنا

کو بکو قومی رضاکاروں کا اودھم دیکھنا — صبح دم اخبار میں "وانٹڈ" کا کالم دیکھنا

ان غریبوں کا کوئی مقصد بھی بر آتا نہیں

اب کہیں "لکھا ضرورت ہے" نظر آتا نہیں

زندگی کے اور بھی مقصد ہیں انساں کیلئے — کوئی ایواں کیلئے ہے کوئی زنداں کیلئے

کوئی گلشن کیلئے کوئی بیاباں کیلئے — اور یہ تخلیق ہے افکارِ پریشاں کیلئے

رات دن اس کا قلم مصروفِ تعلقیات ہے

چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے

بہشتِ بریں

خدا سے دعا بہرِ دنیا کریں گے　　غلط ہے کہ ہم فکرِ عقبیٰ کریں گے

بڑے ہو کے کونسل میں جایا کریں گے　　تو دل سے یہ اقرار پکّا کریں گے

کہ جنّت کی خاطر نہ جھگڑا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

بہشتِ بریں کیا ہے بس ایک گلشن فرشتوں کا دیدار حُوروں کے درشن

ہر اک جنّتی بے ہنر اور بے فن! نہ بزمِ ادب اور نہ ریڈیو سٹیشن

کہاں ہم غزل اپنی گایا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

نہ ساماں وہاں کوئی وجہِ مسرّت نہ عشق و محبّت کی واں کوئی صورت

نہ ٹی پارٹی اور نہ کوئی ضیافت نہ حُوروں کے ہاں لاٹ صاحب کی دعوت

ڈِنر سُوٹ کس وقت پہنا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

فقط خشک مُلّا اور اللہ اکبر پُرے زاہدوں کے سر حوضِ کوثر

نہ گھوڑا، نہ گاڑی، نہ ٹانگہ، نہ موٹر نہ شملہ پہاڑی، نہ سینما، نہ تھیٹر

کہاں شام اپنی گذارا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

سُنا ہے وہاں شاعری بھی نہ ہو گی اور عُشّاق کی بے کلی بھی نہ ہو گی

بلا سے جو یہ دل لگی بھی نہ ہو گی ستم تو یہ ہے لانڈری بھی نہ ہو گی.

کہاں اپنے کپڑے دُھلایا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

وہاں ہونگے بیکار قرطاس و خامہ   نہ پیغامِ اُلفت نہ مکتوب نامہ

نہ ناول نویسی نہ شعر اور ڈرامہ   فقط ہاتھ میں ہوگا اِک پائجامہ

سئیں گے اُسے اور اُدھیڑا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

نہ ہوگی وہاں قدر شعر و ادب کی   نہ فٹ بال میچ اور ٹینس کلب کی

زباں بھی وہاں ہوگی اہلِ عرب کی   یہاں ہم نے سیکھی ہے انگلش غضب کی

زباں کیسے حوروں کی سمجھا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

حقیقت کو جنّت کی ہم خاک جانیں — کہ اتنی ہی باتیں ہیں جتنی زبانیں

مگر آپ اس بات کو راست مانیں — نہ ہوں گی کہیں ساڑھیوں کی دُکانیں

وہاں لوگ حُوروں کو ٹالا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

وہاں ہونگے کالج نہ تدریس ہوگی — نہ قیمت کسی بُک کی پچیس[۲۵] ہوگی

نہ جُرمانہ، چندہ، نہ کچھ فیس ہوگی — نہ گھر والوں سے چار سو بیس ہوگی

وہاں کیسے ابّا کو لوٹا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

یہ مانا کہ ہونگے وہاں قصر و ایواں   جواہر کی محرابیں اور بارہ دریاں

مگر لطف کیا جب نہیں بزمِ رنداں   فقط ایک بے کیف سا صحنِ بستاں

کہاں پی کے اُودھم مچایا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

سُنا ہے وہاں چائے خانہ نہ ہوگا   عرب ہوٹل اور اس کا کھانا نہ ہوگا

یہ سچ ہے تو ہے اپنے دل کو یہ دھڑکا   کہ ہم نے کبھی ایک روزہ نہ رکھا

سدا بھوک کیسے سہارا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

یہ مانا کہ جنّت میں ہے خوب رونق کھِلے ہیں چنبیلی، گلاب اور زنبق

مگر ہوگا اپنے لئے وہ لق ودق نہیں ہوں گے اس میں کبھی حاجی لق لق[1]

فرشتے ہمیں کب ہنسایا کریں گے

بہشتِ بریں لے کے ہم کیا کریں گے

---

[1] انشاء اللہ۔ ناشر

ہمارا وطن

نہ قابو میں چرخ اور نہ بس میں زمیں ہے　　زمیں گول ہے چرخ چیں بر جبیں ہے

نہ اس کا بھروسہ نہ اس کا یقیں ہے　　جہاں ٹوپی والوں کے زیرِ نگیں ہے

تصرف میں اپنے نہ دنیا نہ دیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشتِ بریں ہے

تمدّن ہمارا فرنگی نے لُوٹا   بچا کچھ تو ہمسایہ جاتی نے لُوٹا

زباں کے خزانے کو ہندی نے لُوٹا   چمن اپنا گاندھی کی بکری ہی نے لُوٹا

نہ سبزہ رہا نہ گُلِ یاسمیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشتِ بریں ہے

وطن والے چرخے سے اب ہل پہ پہنچے   جو بستی میں تھے سانگلا ہل پہ پہنچے

انگنبوٹ غیروں کے ساحل پہ پہنچے   اور انجن بھی اپنی منازل پہ پہنچے

غریبوں کا جھگڑا وہیں کا وہیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشتِ بریں ہے

نہ تعلیم و مضموں نگاری کے چرچے — نہ صنعت کے اور دستکاری کے چرچے

نہ مذہب کے اور دینداری کے چرچے — فقط رہ گئے ہیں ڈالر ہی کے چرچے

جسے دیکھیے آج سینما نشیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشتِ بریں ہے

نہ آنکھوں میں شرم اور عزت ہے باقی — نہ خونِ حمیّت نہ غیرت ہے باقی

اگر بنک میں کوئی دولت ہے باقی — تو ساتھ آرزوئے ولایت ہے باقی

تصور میں جام و مئے ساتگیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشتِ بریں ہے

چھڑی نے مسلماں کی تلوار چھینی
اُدھر ہیٹ نے اس کی دستار چھینی

بڑی چیز چھینی جو اس بار چھینی
کہ دھوتی نے آتما کی شلوار چھینی

پٹھان اس پہ ناخوش نہ چیں بر جبیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشت بریں ہے

ہے نادیدنی نونہالوں کی حالت
حیا سوز ہے صنفِ نازک کی جرأت

کٹے ان کے بال ان کے گیسو ہیں آفت
بنی عورتیں مرد اور مرد عورت

ہر اک نوجواں قوم کا نازنیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشت بریں ہے

ہوئیں خواب علم و فضیلت کی باتیں گئیں بھول اسلامی غیرت کی باتیں

نہ دینی مشاغل نہ سیرت کی باتیں ہیں کالج میں عشق و محبت کی باتیں

جسے دیکھیے قیس کا جانشیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشتِ بریں ہے

کرم کر دیا نوجواں پر خدا نے لگا خیر سے گانے ٹھمری ترانے

نماز اور قرأت وہ جانے نہ جانے مگر یاد ہیں اس کو سہگل کے گانے

گلا خوب میٹھا ہے سحر آفریں ہے

ہمارا وطن بھی بہشتِ بریں ہے

خواتین ہیں تقلیدِ یورپ کی گھائل نہیں اب وہ رجعت پسندی کی قائل

دل اُن کا نہیں خانہ داری پہ مائل فقط سُرخی پوڈر ہیں اُن کے مسائل

خود آرائی ان کے لئے جزوِ دیں ہے

ہمارا وطن بھی بہشتِ بریں ہے

ہمارے نوجوان

رنگ کیا کیا اب ہمارے نوجواں لانے لگے

غازہ و سُرخی لگانے اور بڑانے لگے

شکل میں وُہ رُوئے مرداں ہیں نہ ہیں رُوئے زناں

داڑھی تو غائب تھی اب مونچھیں بھی منڈوانے لگے

ہیں تو خوش الحان وُہ قرآن پڑھنے کی بجائے

ہارمونیم سیکھ کر سُر تال سے گانے لگے

آج دسترخوانِ مشرق ہو گیا خواب و خیال

بن گئے صاحب چھری کانٹے سے اب کھانے لگے

ہائے مسجد چھُٹ گئی اب شوق ہے تفریح کا

ہو گئی جب شام سینما کی طرف جانے لگے

دل لگی کا گھر میں کچھ ساماں نظر آتا نہیں

ہوٹلوں میں جا کے اپنے جی کو بہلانے لگے

سوٹ ہونا چاہئیے پاکٹ میں باقی ہو نہ ہو

نت نئے فیشن سے سر کے بال کٹوانے لگے

ہے زباں پر اُن کی ہر دم "ڈیم یو" اور "ڈیم فول"

چھوڑ کر اُردو کو انگریزی میں ٹرّانے لگے

مالکِ تیغ و سناں تھے اُن کے جو دستِ قوی

نرم و نازک ہو گئے اور ریبا و بتاسے لگے

کاش ان کو مشرقی اخلاق کا کچھ پاس ہو

مغربی تہذیب کا کیوں شوق فرمانے لگے

اب خدا ہی ان کو سمجھائے تو کوئی بات ہو

حاجی لقلق بھلا تم کن کو سمجھانے لگے

تعلیمِ نسواں

جو چاہو مرے دردِ پنہاں کو دیکھو
تو موجودہ تعلیمِ نسواں کو دیکھو

سکولوں میں بنتِ مسلماں کو دیکھو
ذرا نسلِ آئندہ کی ماں کو دیکھو

نہ پہلی سی شرم اور نہ غیرت دھری ہے
فقط اب تو آنکھوں میں شوخی بھری ہے

حیا چل بسی رہ گئی بے حیائی	پسِ پردہ ہونے لگی رونمائی

سرِ راہ چلنے میں ہے دلرُبائی	نگاہوں کو ہے جستجوئے خدائی

سبق خیر سے لب پہ آئے نہ آئے

مگر سُرخی لب سے اُترنے نہ پائے

وُہ مِصری نمونے کا زرتار بُرقع	وہ چمکیلا رنگیں طرحدار بُرقع

پئے غیر بے باک و بیکار بُرقع	جو اپنے ملیں تو حیادار بُرقع

اُٹھائے ہوئے بُرقع بے پردہ آنا

وُہ اپنوں سے مُنہ "اوئی" کہہ کر چھپانا

بلا سے اگر گھر میں ہے تنگدستی ہے اس کیلئے جنسِ تزئیں تو سستی

یہ حسن و شباب اور جوانی کی مستی نہ کیوں ہو شعار اس کا فیشن پرستی

ہو ماں باپ آٹے کی ایندھن کی دُھن میں

یہ حوا کی بیٹی ہے فیشن کی دُھن میں

اِدھر سایہ فیشن سے درزی نے کاٹا اُدھر زُلف کو تیز قینچی نے کاٹا

غضب ہے ستم ہے کس افعی نے کاٹا اِسے مارِ فیشن پرستی نے کاٹا

وُہ بیٹھے بٹھائے بنی شکل مِس کی

حیا بھاگی، غیرت گئی، شرم کھسکی

نہ ماں باپ کا ڈر نہ کچھ خوفِ رب ہے   نہ خویش و اقارب کا پاسِ ادب ہے

چلے جانا بازار طرفہ غضب ہے   خریدے نہ خود سودا ممکن ہی کب ہے

"تری میری مرضی" ہے بزاز کے ہاں

وہیں دن کی پیاس "اور وہیں راحتِ جاں

دکاندار سے کوئی پردہ نہیں ہے   کہ بس آنکھ کا نقشہ ملتا وہیں ہے

وہاں بے نقاب آج ہر نازنیں ہے   بڑا شوخ و دلدادۂ شرمگیں ہے

زمیں میں کہاں شرم سے گڑ رہی ہے

یہ آنکھ اب تو بزاز سے لڑ رہی ہے

نہ کیوں صنفِ نازک کا ڈوبے ستارا	کہ موجودہ تعلیمِ نسواں نے مارا

سنبھل جا تو اے قوم اب بھی خدارا	فقط ڈھونڈ جا تعلیمِ دیں کا سہارا

تری بیٹیاں مغربی گل نہیں ہیں

سکول اور کالج کے قابل نہیں ہیں

آمدنی اور خرچ

اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ ہمارے ملک میں ایک آدمی کو اوسطاً ڈیڑھ آنہ روزانہ آمدنی ہوتی ہے۔ اب خرچ ملاحظہ فرمائیے:۔

کرایہ مکاں کا ادا کرنے جاؤں   کہ بزاز و خیاط کا بل چکاؤں

دوا لاؤں یا ڈاکٹر کو بلاؤں   کہ میں ٹیکس والوں سے پیچھا چھڑاؤں

خدارا بتاؤ کہاں بھاگ جاؤں

میں اس ڈیڑھ آنے میں کیا کیا بناؤں

بہت بڑھ گیا ہے مکاں کا کرایہ — اِدھر نل کے آبِ رواں کا کرایہ

بقایا ہے "برقِ تپاں" کا کرایہ — زمیں پر ہے اب آسماں کا کرایہ

مظالم کرایوں کے میں کیا سناؤں

میں اس ڈیڑھ آنے میں کیا کیا بتاؤں

ہے بچوں کی فیس اور رجسٹری ضروری — کتب کاپیوں کا پلندہ ضروری

شکم پروری کا ہے حصّہ ضروری — یہ آدم کی ایجادِ بندہ ضروری

بلا کے مصارف ہیں کیا تاب لاؤں

میں اس ڈیڑھ آنے میں کیا کیا بناؤں

عزیزوں کی امدادِ مہماں نوازی — غریبوں کو خیرات احساں طرازی

خوراک اور پوشاک میں دنیا سازی — اِدھر فلم کا شوق اور عشق بازی

یہ بارِ گراں سر پہ کیوں کر اٹھاؤں

میں اس ٹیڑھ آنگنے میں کیا کیا بناؤں

ضروری یہاں سگریٹ اور پان بھی ہے — عدالت میں جانے کا امکان بھی ہے

بھنگی بھی دھوبی بھی دربان بھی ہے — اور اک ساٹھی والے کی دکّان بھی ہے

کہاں جاؤں کس کس سے پیچھا چھڑاؤں

میں اس ٹیڑھ آنگنے میں کیا کیا بناؤں

ہیں میلے بھی اسلامی تہوار بھی ہیں — ہم ایسے مواقع پہ خوددار بھی ہیں

بہت خرچ کرنے کو تیّار بھی ہیں — بلا سے جو بے برگ و بے بار بھی ہیں

کسے داستانِ مصارف سناؤں

میں اس ڈیڑھ آنے میں کیا کیا بتاؤں

ہمارے نوجوان

سنورتی ہے سدا قوموں کی قسمت نوجوانوں سے
بنا کرتی ہے اس دُنیا میں ملّت نوجوانوں سے

ہمیشہ قوم کی ہے شان و شوکت نوجوانوں سے
نگونساری میں کٹتی ہے مصیبت نوجوانوں سے

چمن تازہ وُہی ہے، غنچے ہیں نکہت فشاں جس کے

وُہی ملّت ہے زندہ، زندہ دل ہیں نوجواں جس کے

ہمارے نوجواں بھی ماشاءاللہ کیا ہی خوش گِل ہیں — اگرچہ دل نہیں رکھتے و لیکن صاحبِ دل ہیں

کبھی مجنوں صفت ہیں تو کبھی لیلائے محمل ہیں — عجائب خانہ لاہور میں رکھنے کے قابل ہیں

کریں کیا قوم کی خدمت کوئی مہلت نہیں ملتی

جمال آرائیوں سے لمحہ بھر فرصت نہیں ملتی

ہزاروں اُلجھنوں کی اُلجھن اک فیشن کی پابندی — سنت علیہ پہ گرانی ہے گنہ مبتذل کی پابندی

ہمیشہ غازہ، سُرخی، پوڈر اور منجن کی پابندی — فرنگی سُوٹ لازم بُوٹ پہ ڈسن کی پابندی

چلیں جب راہ میں شانِ خوش اوقاتی ٹپکتی ہے

مستی ہو کے چہرے پر ستمائی ٹپکتی ہے

کریں کیا خدمتِ اسلام جب قانون مانع ہے
صلوٰۃِ عید کیونکر ہو دلِ محزون مانع ہے

وہ روزہ یوں نہیں رکھتے کہ ماہِ جون مانع ہے
نمازوں کے وہ قائل ہیں مگر پتلون مانع ہے

عمل کی راہ میں ہرچند ناکارہ ہیں بیٹھے ہیں
مگر یہ فخر کیا کم ہے مسلمانوں کے بیٹے ہیں

خدا کا شکر ہے کچھ کچھ انگریزی بھی آتی ہے
پیانوں بھی بجاتے ہیں بطرزِ خوب بھی آتی ہے

زمینِ شعر میں مستانہ گل ریزی بھی آتی ہے
اگر دشنام دینا ہو تو انگریزی بھی آتی ہے

نہیں ڈرتے ہیں حرفِ گندۂ ماں کے سُوور کہہ کر
ڈرا لیتے ہیں ابّا جان کو بھی "ڈیم یُو" کہہ کر

سرِ بازار اُن کو شوق ہے آنکھیں لڑانے کا　　گلابی ساڑھیوں کو دیکھ کر سیٹی بجانے کا

انہیں ہے مشغلہ محبوب بے جا دل لگانے کا　　مقام اچھا ہے سینما ہال قسمت آزمانے کا

نہیں چلتا یہاں حالی کا یا اقبال کا جادو!

فقط چلتا ہے ان لوگوں پہ سینما ہال کا جادو

ہوئے آوارہ جب یہ نوجواں تعلیم بھی چھوٹی　　بڑے بوڑھوں کی خاطر داری اور تعظیم بھی چھوٹی

پھرے بیروزگار اُمیدگانِ نیم بھی چھوٹی　　فقط "گُڈ ٹائمنگ" جاتی رہی تقسیم بھی چھوٹی

اسامی تیس۳۰ کی بھی جب نہ باقی تھی ٹائپسٹوں میں

تو بن کر وہ یہ شامل ہوئے جا سوشلسٹوں میں

(میاں محمد حنیف پرنٹر پبلشر نے دین محمدی پریس لاہور میں چھپوا کر اردو اکیڈمی لوہاری دروازہ لاہور سے شائع کیا)

داد کے قابل ہے ان کی شاعری، انکا کلام

...حب سکرٹری نے پان چباتے اسٹیج پر تشریف لائے

سب کچھ ہو پر اس دور میں نفرت ہے بڑی چیز
دستورِ نوائی میں جہالت ہے بڑی چیز
سب ہیچ ہیں سب ہیچ خیانت ہے بڑی چیز
جن کے لئے بس وحدتِ ملت ہے بڑی چیز
توحید کے آئین میں بغاوت ہے بڑی چیز
میں نے جو بنائی وہ جماعت ہے بڑی چیز
انساں کے لئے پستی و ذلت ہے بڑی چیز
اغراض پرستوں کی سیاست ہے بڑی چیز

...مدوٹ، وزیر اعظم سابق

...ٹا او وزارت ہے بڑی چیز

...یں بلند ہونے لگیں۔ جناب ممدوٹ نے اسٹیج سکرٹری
...ع کے داد وتحسین کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ممدوٹ
...ے ہوئے چلے گئے۔

...۔ اب جناب سہروردی آئیں گے
...کیا کہا۔ سہروردی صاحب —— ؟ بھئی خوب نام
...م کی لانبی دیکھے گا۔
...جش لگاتے ہوئے اسٹیج پر تشریف لائے

میں چھپتا رہتا ہے۔ مگر یہ د...
کے دسیع لان میں منعقد ہوا...
اس مشاعرہ میں مجلس ا...
حضرت ممدوٹ۔ شہید سخن ...
وامامِ فن ابوالاعلیٰ مودودی ...
مشاعرہ کی صدارت کے فرا...
مختصر کارروائی ملاحظہ فرمائیے

الیس...
ودت...
سہروردی صاحب کے...

سکرٹری ——

کس قدر سادہ ...

اب میاں افتی...
ایک ٹھگنے سے قد کا ج...

میاں افتی ——

ساقیو...
میرے ہم...
ہاں ترقی...
اشتراکی...
ساقیو...
میرا بنگا...
میرا سب...
ایک مر...
ایک د...
نئی صبح...